تعلیمی ادارے اور اخلاقیات کا فروغ

عتیق احمد شفیق اصلاحی

اخلاق کی اہمیت انفرادی و اجتماعی زندگی میں مسلّمہ ہے۔ اچھے اور پُرامن معاشرے کی تعمیر میں اخلاقِ حسنہ کلیدی رول ادا کرتے ہیں ۔تمام آسمانی کتب میں اس پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے کامیابی کے لیے اس کو لازمی قرار دیا ہے ۔آج اخلاقی زوال ہر سطح پر عام ہے۔ تعلیم گاہیں بھی اس سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس کی روک تھام کی اشد ضرورت ہے۔ اسکولوں، کالجوں اور تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کل ملک وملت کی باگ ڈور سنبھالنے والے ہیں ۔لہٰذا ان تعلیم گاہوں کا ماحول ایسا بنایا جائے کہ طلبہ اچھے اخلاق کے حامل ہوسکیں۔ اس سلسلے میں چند عوامل کا ذکر کیا جارہا ہے۔ ان کے ذریعے سے تعلیم گاہوں میں اخلاقیات کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

● اخلاق حسنہ : اللہ تعالیٰ نے جن اخلاق کو اختیار کرنے اور اپنانے کا حکم دیا ہے، اُن کی قرآنی اخلاقیات سے واقفیت حاصل کرنا چاہیے۔

● اخلاق سئیہ: جن اخلاق کو اللہ ناپسند کرتا ہے، ان کو 'رذائل اخلاق' کہتے ہیں۔ قرآن میں ان کے لیے منکر، فحشاء، فاحشہ، سیئہ، سوء، مکروہ، خطا، اثم عدوان جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

● اعلٰی اخلاق: اعلیٰ اخلاق سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے اخلاق کو اصولوں پر استوار کرے ۔ دوسرے لوگوں کے رویے کی پروا کیے بغیر وہ اپنا رویہ متعین کرے، خواہ دوسروں کا رویہ اس کے ساتھ حُسن سلوک کا ہو یا بد اخلاقی کا، اس کا رویہ ہمیشہ حُسن سلوک ،نرمی، تعلقات کو استوار کرنے والا ہو۔ کوئی اس کا حق نہ دے، بُرا سلوک کرے، اس پر ظلم کرے، بدتمیزی سے پیش آئے مگر ایسے لوگوں کے ساتھ بھی اس کا رویہ جوڑنے والا، نظرانداز کرنے والا ہو۔ اس رویہ کو اعلیٰ اخلاق

کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ إِذَا قَطَعَتْ رَحِمَهٗ وَصَلَهَا (بخاری) ''وہ شخص مکمل درجہ کی صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو بھلائی کے مقابلے میں بھلائی کا رویہ اختیار کرے لیکن مکمل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب تُو اس سے قطع رحمی کرے تو وہ اسے جوڑ دے''۔ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَيْكَ (بخاری) جو شخص تجھ سے قطع رحمی کرے تو اس سے حسن سلوک کر اور جو تجھ سے بُرا برتاؤ کرے تو اس پر احسان کر۔

حُسنِ خلق کے مقاصد: حُسن اخلاق کو اختیار کرنے کے درج ذیل مقاصد ہیں:

• **رضائے الٰہی:** ایک مومن جو بھی کام کرتا ہے، وہ اللہ کی رضا و خوش نودی حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے۔ اچھے اخلاق اختیار کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ سے خوش ہو جائے۔

• **امدادباہمی:** کوئی انسان اپنی ساری ضرورتیں خود پوری نہیں کرسکتا۔ وہ دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔ اچھے اخلاق اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان ایک دوسرے کے کام آئیں، ایک دوسرے کی ضرورتوں کو پورا کرنے والے بنیں، تاکہ ایک اچھے معاشرے کی بنیاد بنے۔

• **مثبت تبدیلی:** انسان اچھی و بری خصلتوں کا مجموعہ ہے: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ (الشمس ۹۱:۸) ''پھر اُس کی بدی اور اُس کی پرہیزگاری اُس پر الہام کردی''۔ اچھے اخلاق کا خوگر بنانے کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندر مثبت تبدیلی آئے۔ وہ بُرے اخلاق کو چھوڑ دے اور اچھے اخلاق سے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کرلے۔

• **خدمت خلق:** اچھے اخلاق اپنانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ انسان دوسرے انسانوں کے لیے نفع بخش بن جائے اور مخلوق کی خدمت کرے۔

• **کردار سازی:** اچھے اخلاق کو اختیار کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ انسان کی شخصیت تعمیر کی جاسکے۔ انسان کے اندر اعلیٰ اخلاق نشوونما پائیں اور اس کی زندگی پاکیزہ بن سکے۔

• **حُسنِ خلق کی اہمیت:** افراد اور قوموں کی شناخت و پہچان اخلاق سے ہوتی ہے۔ جو حُسن خلق کا خوگر ہوتا ہے، لوگ اور معاشرہ اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

• **اسلام میں اخلاق کی اہمیت:** نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ (موطا امام مالک) اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ

الْاَخْلَاقِ (السنن الکبریٰ، للبیہقی) ''میں تو اسی لیے بھیجا گیا کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں آپؐ کی اخلاقی خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کے بلند اخلاق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۝۴ (القلم ۶۸:۴) ''بے شک آپؐ اعلیٰ اخلاق والے ہیں''۔کتب سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں دعوت کا کام کر رہے تھے تو حضرت ابوذرؓ نے اپنے بھائی کو مدینہ سے مکہ بھیجا کہ وہ رسول اکرمؐ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے لائیں۔انھوں نے آکر اطلاع دی کہ رَاَيْتُهٗ يَأْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ (مسلم) ''میں نے ان کو دیکھا کہ وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں''۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اخلاق کے عظیم الشان مرتبہ پر فائز تھے۔انسانوں کو بھی آپؐ اچھے اخلاق اپنانے کی تعلیم دیتے تھے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: اِتَّقِ اللهَ حَيْثُ مَا كُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا وَخَالِقِ النَّاسِ بِخُلُقٍ حَسَنٍ (ترمذی) ''جہاں کہیں بھی رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور برائی کے بعد نیکی کر لو تاکہ نیکی برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ خوش خوئی سے پیش آؤ''۔

- **رسولؐ کو محبوب لوگ:** رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ لوگ پسندیدہ ہیں جو اچھے اخلاق کے خوگر ہوں۔آپؐ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا (بخاری) ''تم میں سب سے زیادہ مجھے وہ لوگ محبوب ہیں جو تم میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھے ہیں''۔
- **سب سے اچھے لوگ:** اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا (بخاری و مسلم) ''تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو اخلاق کے لحاظ سے تم میں سب سے اچھے ہیں''۔
- **اخلاق حسنہ کی فضیلت:** دین اسلام میں نماز روزہ کی بڑی اہمیت ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اچھے اخلاق کو اختیار کرتا ہے تو وہ عبادت کے اعلیٰ درجات کو پالیتا ہے۔ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ (ابوداؤد) ''مومن اپنے حُسن اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو رات میں اللہ کے حضور کھڑے رہتے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں''۔

● **جنت میں داخلہ کا سبب**: قیامت کے دن جنت میں جانے والوں میں وہ لوگ زیادہ ہوں گے جن کے دنیا میں اخلاق اچھے تھے۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: عَنْ اَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ ؟ قَالَ : تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ (ترمذی) ''اکثر لوگ کس وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: تقویٰ اور حسن اخلاق کی وجہ سے''۔

ایک شخص نے نبی کریمؐ سے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! فلاں عورت نفل نماز پڑھنے، نفل روزے رکھنے اور صدقہ کرنے کے لیے مشہور ہے۔ لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ جہنمی ہے۔ اس آدمی نے پھر کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ایک دوسری عورت ہے جو کم نماز پڑھتی، کم روزے رکھتی ہے اور کم مقدار میں صدقہ کرتی ہے۔ مگر وہ پنیر کے چند ٹکڑے غریبوں کو دیتی ہے اور پڑوسیوں کو اپنی زبان سے تکلیف نہیں پہنچاتی۔ آپؐ نے فرمایا: ''وہ جنتی ہے''۔ (احمد)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ مال و اسباب۔ آپؐ نے فرمایا: ''میری امت کا مفلس شخص وہ ہے، جو قیامت کے روز اس حال میں حاضر ہو کہ اس کے پاس نماز، روزہ اور زکوٰۃ سب ہو، مگر اسی کے ساتھ دنیا میں اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان تراشی کی ہوگی، کسی کا مال ہڑپ کر کے کھایا ہوگا، کسی کی پٹائی کی ہوگی، تو ان تمام مظلوموں کو اس کی زیادتیوں کی بنا پر بدلے میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ اگر نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور مظلوموں کے حقوق باقی رہ جائیں گے تو ان کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے اور پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز و روزہ کی دین میں اپنی جگہ پر اہمیت مسلّمہ ہے۔ لیکن یہ حدیثیں بتاتی ہیں کہ آخرت کی کامیابی کے لیے اچھے اخلاق کو اختیار کرنا لازمی و ضروری ہے۔

● **قیامت کے دن سب سے وزنی چیز**: قیامت کے دن جب انسانوں کے اعمال تولے جائیں گے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَثْقَلَ شَيْءٍ يُوْضَعُ فِيْ مِيْزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُلُقٌ حَسَنٌ (ابوداؤد، ترمذی) ''قیامت کے روز مومن کی میزان میں جو سب سے وزنی چیز رکھی جائے گی وہ حُسنِ اخلاق ہے''۔

● اخلاق و ایمان کا تعلق: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُہُمْ خُلُقًا، وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَاءِہِمْ (ترمذی)، ''اہل ایمان میں ایمان کے لحاظ سے سب سے کامل شخص وہ ہے جو ان میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے۔ اور تم میں اچھا وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے اچھا ہو''۔ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا الْاِیْمَانُ؟ قَالَ: اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَاءَتْکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ۔ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللہِ: فَمَا الْاِثْمُ؟ قَالَ: اِذَا حَاکَ فِیْ نَفْسِکَ شَیْءٌ فَدَعْہُ (احمد) ایک شخص نے رسولؐ اللہ سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جب تمھاری نیکی تمھارے لیے خوشی کا باعث ہو اور تمھاری بدی تمھارے لیے ناگواری کا سبب ثابت ہو تو تم مومن ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ (مسلم) ''حُسنِ اخلاق نیکی ہے''۔

● دعا کرنا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق حسنہ کے لیے اللہ سے دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ (احمد) ''اے اللہ تو نے میری پیدائش کو حُسن و خوبی سے نوازا، پس میرے اخلاق کو بھی حسن و خوبی عطا کر''۔

تعلیم کا مقصد

تعلیم کا مقصد انسانی زندگی پر بہت گہرے اثرات ڈالتا ہے۔ تعلیم کا مقصد 'تعلیم برائے معاش'، 'تعلیم برائے علمیت' ہو تو طلبہ پیسے کمانے کی مشین بنتے ہیں یا ساری توجہ اچھے نمبروں کو حاصل کرنے پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں اخلاقیات، انسانیت کے تقاضے نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ تعلیم کے مقاصد میں سے ایک مقصد معاش اور علمی لیاقت تو ہو سکتا ہے لیکن اس کو اصل کی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ تعلیم کا مقصد تو یہ ہے کہ نئی نسل کی تربیت و نشوونما ایسی ہو کہ ان کی خوابیدہ فطری صلاحیتوں کو جِلا بخشی جا سکے۔ انھیں اپنی انفرادی و اجتماعی، عائلی و سماجی ذمہ داریوں کو حُسن و خوبی ادا کرنے والا بنایا جا سکے۔ پاکیزہ سیرت و کردار، اخلاق کریمہ کا خوگر بنایا جا سکے۔ اپنی ذات، سماج و معاشرے کے لیے نفع بخش و مفید تر بنایا جا سکے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد ہے کہ انسان اللہ کا صالح بندہ بن جائے، تاکہ اس دنیا میں انسانوں کے کام آنے والا، لوگوں میں خیر و بھلائی پھیلانے والا بن سکے اور آخرت میں کامیاب ہو سکے۔ ہمارے ادارے قائم کرنے کا مقصد یہی ہے۔ یہ مقصد ذمہ داران،

تدریسی وغیر تدریسی عملہ، والدین، سرپرستوں، طلبہ سب کے سامنے رہنا چاہیے۔

• **ادارہ کے قیام کا مقصد:** طلبہ کے اندر اخلاقیات کو فروغ دینے کے لیے یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ اسکول کے مقاصد و نصب العین سے اسکول سے متعلق تمام لوگ واقف ہوں اور ادارے کے اندر اخلاقی ماحول بنانے کی فکر ہونی چاہیے۔ اس کے بغیر ادارے میں اخلاقیات کے فروغ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ذمہ داران کا ادارے کے مقصد سے لگاؤ ہو گا تو وہ طلبہ کی نہ صرف اسکول کی حد تک بلکہ ان کے گھروں کی سرگرمیوں پر بھی نگاہ رکھنے کی کوشش کریں گے۔

• **نصاب تعلیم:** اداروں میں اخلاقیات کو پروان چڑھانے و فروغ کے لیے ماحول سازگار بنانے میں نصاب تعلیم کا اہم کلیدی کردار ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں رائج عمومی نصاب تعلیم، مادی ترقی، معاشی خوش حالی و وطن پرستی کو اہمیت دیتا ہے۔ اخلاقی اقدار کی نصاب تعلیم میں کوئی جگہ نہیں ہے، اگر ہے تو اس کی حیثیت اضافی چیز کی ہے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نظام کے فارغین اخلاقی اقدار سے نابلد، ناآشنا اور محروم ہوتے ہیں، مادہ پرست، مفاد پرست، خواہش نفس کے بندے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے تعلیمی اداروں میں حیاسوز واقعات آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔

معیاری تعلیمی ادارے کا عملی خاکہ

اسلام کے نظامِ تعلیم میں اخلاقیات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلامی نظام تعلیم کی بنیاد توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدے پر ہے۔ وہ خلافت، وحدت انسانیت، احترام انسانیت، آزادیٔ رائے جیسے تصور کو اہمیت دیتا ہے۔ نظام تعلیم میں درسیات کی بنیادی حیثیت ہے۔ کتابیں اپنا اثر چھوڑتی ہیں، لہٰذا نصاب ایسا ہونا چاہیے، جن سے طلبہ کے اندر اعلیٰ نصب العین، پاکیزہ نظریۂ حیات اور مقصدِ زندگی ذہین نشین ہو سکے، جو بچوں کے کردار کو پاکیزہ اخلاق کا حامل بنائے۔

• **اسمبلی /دعا:** اداروں میں اخلاقیات کو فروغ دینے میں اسکول اسمبلی کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ صبح کے وقت طلبہ و اساتذہ تر و تازہ دماغ اور تازہ دم ہوتے ہیں، لہٰذا اسکول اسمبلی کی بہت اچھے انداز میں منصوبہ بندی کر کے لائحہ عمل بنا کر رُوبہ عمل لانا چاہیے۔

• **دعا:** اسمبلی میں ہر دن کے لیے منتخب دعا پڑھنے کا نظم ہو۔ ماہانہ بنیاد پر ان میں تبدیلی کی جاتی رہے تو ایک سال میں تقریباً ۲۰ دُعائیں بچے یاد کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

•نظمیں و ترانے: اسمبلی میں روزانہ اخلاقیات پر مبنی نظمیں و ترانے پڑھانے کا اہتمام کیا جائے۔ یہ بھی بچوں کے اخلاق پر اچھے اثرات مرتب کرتے ہیں۔

•آداب: روزمرہ کے مختلف کام کرتے وقت کے آداب بتانے کا سلسلہ ترتیب سے چلایا جائے۔ اس سے بھی بچوں میں اچھے اخلاق کا فروغ ہوگا۔

•مختصر اخلاقی کہانیاں: اسمبلی میں مسلسل اخلاقی کہانیوں یا قصوں کو سناتے رہنے سے بھی بچوں میں اچھے اخلاق کا فروغ ہوگا۔

•حوصلہ افزائی: جو بچے مختلف میدانوں میں (خواہ وہ نصابی ہوں یا ہم نصابی) سرگرمیوں میں حصّہ لیتے ہوں اور اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوں، ان کی حوصلہ افزائی اسمبلی میں کی جانی چاہیے۔ اس سے بھی ادارے میں اخلاقی ماحول پروان چڑھانے میں مدد ملے گی۔

•اسکول کیلنڈر: تعلیمی ادارے میں اسکول کیلنڈر کی بڑی اہمیت ہے۔ اسکول کیلنڈر سے مراد یہ ہے کہ ایک تعلیمی سال میں اسکول میں جتنی بھی سرگرمیاں انجام دی جانی ہیں، خواہ وہ نصابی ہوں یا ہم نصابی یا ثقافتی وتہذیبی مصروفیات و مشاغل ہوں، ان سب کا تعلیمی سیشن سے قبل یا آغاز پر لائحہ عمل تیار کرنا۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر کام نظم و نسق کے ساتھ انجام پاتا ہے۔

•اخلاقیات پر چارٹ: طلبہ سے قرآنی آیات، احادیث، اقوال زریں پر چارٹ تیار کرائے جائیں اور انھیں آویزاں کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ وہ باتیں بار بار دیکھنے سے طلبہ کے ذہین نشین ہوجائیں گی۔ اس طرح یہ اسکول میں اخلاقی ماحول پروان چڑھانے کا ذریعہ بنے گی۔

•اسکول کے در و دیوار: اسکول کے اہم مقامات پر قرآنی آیات و احادیث، آداب کی باتیں خوب صورت انداز میں کاتب سے تحریر کرائی جائیں تاکہ اچھے اثرات مرتب کرسکیں۔

•خصوصی لیکچرز: اخلاقیات کے موضوع پر گاہ بہ گاہ ماہرین تعلیمات وعلما سے توسیعی لیکچروں کا اسکول میں اہتمام کیا جاتا رہے۔ اسکول کے ماحول کو بہتر بنانے میں مدد ملے گی۔

•پروجیکٹ ورک: بڑے درجات کے طلبہ کو ایسے پروجیکٹ پر کام دیا جائے جس سے ان کے اندر معاشرے کی خدمت کا جذبہ اور اخلاقی قدریں نشوونما پاسکیں۔ مثلاً کسی محلہ میں سروے کا کام دیا جائے کہ اس محلہ کے کتنے بچوں نے درجہ پنجم یا ثانوی درجات کے دوران تعلیم

ترک کردی۔ بعد میں ان سے اور ان کے سرپرستوں سے اساتذہ کی سرپرستی میں گروپ بنا کر ملاقاتیں کی جائیں۔ اس سے طلبہ کے اندر لوگوں کے کام آنے اور سماجی امور میں دلچسپی پیدا ہوگی۔

• ہم نصابی سرگرمیاں: ہم نصابی سرگرمیاں [غیر نصابی/ زائد از نصابی سرگرمیاں] کسی بھی ادارے کے لیے بڑی غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں۔ دورانِ تدریس میں طلبہ جن باتوں کو فکری، علمی انداز سے سیکھتے ہیں، زائد از نصابی سرگرمیوں کے ذریعے سے عملی طور پر سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ طلبہ میں احساس ذمہ داری پیدا ہوتا ہے۔ تخلیقی و انتظامی صلاحیت نشو ونما پاتی ہے۔ بچوں کے اجتماعات، طلبہ کی انجمن قائم کرنا، اسکول کی مختلف تقریبات کے موقع پر طلبہ کو انتظامی امور میں شامل کرنا، تعلیمی سیر وسیاحت، پکنک، کھیل کود وغیرہ اخلاقی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

• معلم کا طلبہ سے تعلق: اداروں میں اخلاقیات کا ماحول سازگار بنانے کے لیے طلبہ و معلّمین کا رشتہ خوش گوار ہونا چاہیے۔ معلم طلبہ کے روحانی باپ کا درجہ رکھتا ہے ۔معلم کی دو حیثیتیں ہیں ۔ایک تو وہ علم سکھانے والا ہے اور دوسری حیثیت اس کی مربی کی ہے ۔آج کے دور میں یہ رشتہ کمزور پڑتا نظر آرہا ہے۔ ایک معلم طلبہ کو پیشہ وارانہ انداز میں علمی لیاقت منتقل کرنے کو کافی سمجھتا ہے اور طلبہ کے افکار وخیالات کی پختگی، صالحیت، اور ان کے اچھے بُرے سے کوئی سروکار نہیں رکھتا ہے۔ اس جذبے کے ختم ہو جانے کی وجہ سے طلبہ اساتذہ کا احترام نہیں کرتے ہیں اور نہ معلم ہی طلبہ کے مستقبل سے سروکار رکھتے ہیں جس کے نتیجے میں پیشۂ تعلیم ایک تجارت بن کر رہ گیا ہے۔ طلبہ میں اخلاقیات کے پروان چڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ یہ رشتہ جتنا مضبوط ہوگا، طلبہ اتنا ہی اپنے استاد کا ادب واحترام، ان کی خدمت اور ان کی باتوں کو غور سے سنیں گے۔

• معلم وطالب علم کا انفرادی تعلق: دورانِ تدریس معلم، طلبہ پر گہری نظر رکھے ۔ ہر طالب علم کے ذوق، دلچسپیاں اور قابلیت سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرے۔ ہر طالب علم کو ایک اکائی سمجھتے ہوئے طلبہ کے مابین انفرادی فرق اور ان کے مخصوص میلانات ورجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے طلبہ کی رہنمائی کرے، اور ان کی تربیت کا فریضہ انجام دیے۔ جب تک معلم اس کردار کو ادا نہیں کرتا، تب تک کسی ادارے میں طلبہ کے اندر اخلاقیات کا فروغ ممکن نہیں۔

• طلبہ کے باہمی تعلقات: اخلاقیات کے فروغ کے لیے طلبہ کے باہمی تعلقات

بہتر ہونا چاہییں۔ ان میں خیرخواہی و ہمدردی کا جذبہ ہو۔ ایک دوسرے کے تئیں احترام و محبت ہو۔ ایک دوسرے کے کام آئیں۔ پڑھنے لکھنے کی چیزیں مثلاً قلم، پینسل، کتاب، نوٹس بک وغیرہ ایک دوسرے کو دینے کا چلن ہو۔ پڑھنے اور ہوم ورک کے پورے کرانے کا ایک دوسرے کی مدد کرنے کا داعیہ ہو۔

● **معلّم کی ذمہ داری**: کسی بھی اسکول کا ایک اہم رکن معلم ہوتا ہے۔ ادارے میں اخلاقیات کے فروغ کے لیے اس کا رول بہت ہی اہم ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا، ’’میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں‘‘۔ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ يَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ عِلْمًا ثُمَّ يُعَلِّمَهٗ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ (ابن ماجہ) ’’بہترین صدقہ یہ ہے کہ آدمی علم سیکھے پھر اپنے کسی مسلمان بھائی کو سکھائے‘‘۔ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَعَلِّمُوْهُ النَّاسَ (بیہقی) ’’علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ‘‘۔ بلغوا عنی و لو اية (بخاری) ’’میری تعلیم لوگوں تک پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت ہو‘‘۔

اچھی باتیں سکھانے کا بڑا اجر ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ (مسلم) ’’جو شخص کسی بھلائی کی طرف راہ نمائی کرے اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ نیکی کرنے والے کو‘‘۔ مُعَلِّمُ الْخَيْرِ يَسْتَغْفِرُ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ (ترمذی) ’’معلم خیر کے لیے تمام چیزیں دعائے مغفرت کرتی ہیں‘‘۔ ان احادیث سے پیشۂ معلمی کی اہمیت کا اندازلگایا جاسکتا ہے۔ اس فرض کی ادائیگی معلم کے لیے دنیا میں باعث خیر ہے اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ اس فرض سے غفلت سے، سستی، کوتاہی، لاپرواہی آخرت میں نامرادی کا سبب بنے گی۔

معلم کو چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ سے حسن سلوک، محبت، شفقت، ایثار سے پیش آئے۔ طلبہ کی غلطیوں پر درگزر سے کام لے اور اگر قابلِ گرفت بات ہو تو بہت احتیاط کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ ان کی غلطیوں پر ان پر طعن و تشنیع سے اجتناب برتے۔ طلبہ کی عزّتِ نفس کا خیال رکھے۔ طلبہ کی پریشانیوں، دقتوں، مسائل کو سمجھنے اور ان کو ہمدردی سے حل کرنے کی کوشش کرے۔ وہ خود بھی اخلاق کریمہ سے متصف اور اصول پسند ہو۔ اس کے قول و عمل میں مطابقت ہو۔ طلبہ کو انبیاءؑ، صحابہؓ و تابعینؒ کے واقعات، اخلاقی کہانیاں سنا کر ان کو اخلاق حسنہ کا خوگر بنادے۔

● **والدین کی ذمہ داری**: بچوں کو اخلاق فاضل سے متصف کرنا کیا اسکولوں کی ذمہ داری ہے یا والدین کی بھی؟ دراصل اس ذمہ داری کی ادائیگی کے دونوں ذمہ دار ہیں۔ والدین کو یہ سوچ

کر بے فکر نہیں ہونا چاہیے کہ بچے کا اسکول میں داخلہ کرادیا ہے بس کافی ہے۔ بچوں کی تربیت اور ان کے اندر اچھے اخلاق فروغ پائیں، یہ والدین کی اولین ذمہ داری ہے۔ کیونکہ تعلیم و تربیت پر اثرانداز ہونے والے عوامل میں والدین، اسکول، معاشرہ اور حکومت ہے۔ اخلاق و کردار، سیرت، عادات، جذبات وخیالات وغیرہ میں بچّے سب سے زیادہ والدین کے اثرات قبول کرتے ہیں۔ لہٰذا ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی تربیت کے سلسلے میں بہت حساس رہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم ۶۶:۶)، ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے''۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: ''کوئی باپ اپنے بیٹے کو اچھا اخلاق سکھانے سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دے سکتا''۔

اس ذمہ داری کے بابت آخرت میں جواب دہی کرنی ہوگی۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کو اچھے اخلاق سکھائیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ (ابن ماجہ) ''تم اپنی اولاد کی عزت کرو اور انھیں ادب سکھاؤ''۔

● **اساتذہ اور طلبہ کے والدین کے تعلقات:** طلبہ اور اسکول میں اچھے اخلاق کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ طلبہ کے والدین اور اسکول کے اساتذہ کے تعلقات استوار، بااعتماد، خوش گوار ہوں۔ دونوں مل کر بچوں کی شخصیت کی تعمیر میں اپنا رول ادا کریں۔ اچھے تعلقات کی بنا پر آپس میں مشورہ و رائے لی و دی جاسکتی ہے۔ ہر ایک بچوں کے لیے فکرمند ہو۔

سرپرستوں کی میٹنگ میں عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ معلّمین سرپرستوں سے بچوں کے سامنے بچوں کی کمزویوں کا ذکر کرتے ہیں اور بعض والدین بچوں کو وہیں تنبیہ شروع کر دیتے ہیں۔ معلّمین کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ والدین سے بچوں کی خوبیوں اور دلچسپیوں کا ذکر کر کے ان کی رہنمائی کرنی چاہیے اور اس سلسلے میں ان کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اور اگر بچے میں تعلیمی یا کوئی کمزوری ہے تو بچوں کے سامنے اس کا ذکر نہ کیا جائے بلکہ علیحدہ سے بتائی جائے۔ اس طرح کا رویہ اپنانے سے سرپرستوں اور طلبہ کے والدین میں روابط اچھے ہوجائیں گے۔